تلک عشرۃ کاملۃ۔

از

فقیہ وقت حضرت مفتی عبدالکریم ترمذی گمتھلوی رحمہ اللہ تعالی

(سابق مفتی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون)

تقدیم

حضرت مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم العالی

رئیس جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

ناشر

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

"مکارمِ عشرہ"

نگاہِ اولیں

حکیم الامت مجدّدِ ملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی نوراللہ تعالیٰ مرقدہ کواللہ تعالیٰ نے جن علمی عملی کمالات سے مزین اور جن گوناگوں خصوصیات سے متصف فرمایا تھا، یہ حق تعالیٰ کا آپ پر خاص فضل اور "کرمِ عظیم" (۱۲۸۰) تھا۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ۸۲ سالہ دورِ حیات جس میں آپ بلاشبہ "امام" (۸۲) تھے، ایسے انداز سے گذاراکہ اس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ دین کے ہر شعبہ میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے گراں قدر خدمات انجام دیں اورہر شعبہ میں امت کی راہنمائی فرمائی۔ آپ کی خدمات، درس وتدریس سے لے کر وعظ ونصیحت، تبلیغ ودعوت، تصنیف وتالیف، افتاء وغیرہ تمام علمی دینی شعبوں پر محیط ہیں۔ ایک ہزار کے لگ بھگ رسائل، مواعظ، اور مقالات وکتب آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا وہ عظیم شاہکار ہیں، جن سے ان شاء اللہ تعالیٰ امت رہتی دنیا تک فیض یاب اور مستفید ہوتی رہے گی۔ تربیت واصلاحِ امت کی خدمات کی وجہ سے بلاشبہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو حکیم الامت مصلح ومربیِ اعظم، اور بے مثال تجدیدی کارناموں کی وجہ سے مجددِ ملت تسلیم کیا جاتا ہے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی جامع کمالات شخصیت اس شعر کا مصداق تھی ؎

ولیس علی اللہ بمستنکر　　　ان یجمع العالم فی واحد

ان گوناگوں علمی، دینی، اصلاحی، تبلیغی، فقہی خدمات کے باوصف مردم سازی اور دینی خدمات کے لیے رجال کار تیار کرکے ان سے کام لینا اور اصلاح وتربیت کے بعد انہیں اصلاحِ امت کے قابل بنانا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بڑا کارنامہ ہے۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تالیفات و مواعظ سے جس طرح امت کو راہنمائی مل رہی ہے ، اسی طرح آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی سوانح اور حالات مبارکہ کے بہت سے گوشے بھی طالبانِ حق کی راہنمائی کررہے ہیں ۔ اگرچہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی عظیم و عبقری شخصیت اور احوالِ خاصہ پر بہت سے حضرات نے قلم اٹھایا لیکن اس حوالہ سے جو کمال اور سوانح نگاری کا جو حق خسرو بارگاہِ اشرفی آپ کے خلیفہ اعظم واجل فنافی الشیخ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ادا کیا ہے وہ بے مثال ہے ۔

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تالیف لطیف ''اشرف السوانح'' جس کا تاریخی نام ''سیرتِ اشرفِ زمانہ (۱۳۵۴ھ)'' ہے ، یہ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالی نے بزمانہ قیام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون تقریباً ڈھائی سال کی مدت میں تحریر فرمائی ، اور پھر خوبی یہ کہ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے مضامین حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے پوچھتے اور ان کے ملاحظہ سے گذارتے رہے ۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی حیاتِ طیبہ کے جملہ گوشوں اور کمالات و تعلیمات اور خدمات پر مشتمل ہونے کی بناء پر یقیناً یہ اسم بامسمیٰ ''اشرف السوانح'' ہے ۔

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے شیخ ، مرشد ومربی اشرف العلماء کے سچے محب وعاشق تھے ، اشرف السوانح کی ہر ہر سطر سے آپ کا یہ عشق و محبت عیاں ہے :

ع عیاں راچہ بیاں

''داستانِ عہدِ گل'' کے بیان کے لیے اگر ''نظیری'' کا ہونا ضروری ہے ، تو ''عہدِ اشرف'' کے حسین واقعات وحالات کو بیان کرنے کے لئے بھی حضرت مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے دیوانہ اور عاشق اور فنا فی الشیخ کی ہی ضرورت تھی ۔

داستانِ عہدِ گل راز نظیری بشنوی　　بلبلاں آشفتہ تر گفتند ایں افسانہ را

و نیز

یادِ یاراں یار را میموں بود　　خاصہ کاں مجنوں و ایں لیلیٰ بود

اصلاحِ امت کے لئے حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی خدمات ''اشرف السوانح'' کا ایک اہم باب ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے دو حصوں میں ذکر فرمایا ہے: پہلا حصہ علمی اہتمام سے متعلق ہے، اس کے لئے آپ (حضرت خواجہ صاحب) رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی مفید ترین کتاب ''اصلاحِ انقلابِ امت'' کے دیباچہ سے حضرت (تھانوی) رحمہ اللہ تعالیٰ کا وہ جامع مضمون نقل فرمادیا ہے، جس میں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اصلاحِ امت کا ایسا طریقہ بیان فرمایا گیا ہے جس پر عمل کرنے سے امت کے ہر طبقہ کی اصلاح نہایت سہولت سے ہو سکتی ہے۔

اصلاحِ امت کے دوسرے حصہ میں عملی اہتمام کے چند واقعات کا ذکر ہے، جسے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی فرمائش پر احقر کے جدِ امجد حضرت مولانا مفتی عبدالکریم ترمذی گمتھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا اور اس کا نام ''مکارمِ عشرہ'' تجویز کیا گیا۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ خود ارقام فرماتے ہیں:

''دوسرے مضمون میں عملی اہتمام کی چند مثالیں ناظرین کرام کے ملاحظہ سے گذریں گی، جو احقر کی استدعاء پر مکرمی و محترمی جناب مولوی عبدالکریم گمتھلوی نے قلم بند فرمادیں ہیں۔ اس میں اصلاحِ امت کے متعلق حضرت والا کی مساعی خاصہ کے دس واقعات مذکور ہیں، جن کا نام اس باب فواضل کے ساتھ معنوی

مناسبت کی بناء پر نیز جناب جامع کے اسم گرامی کے ساتھ مادی مناسبت کے لحاظ سے ''مکارمِ عشرہ'' تجویز کیا جاتا ہے'' (اشرف السوانح، حصہ دوم، ص ۳۱۱)

یہ دس واقعات بھی حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے مکمل طور پر ملاحظہ فرمالئے ہیں ، جیسا کہ ''مکارمِ عشرہ'' میں حضرت جدامجد رحمہ اللہ تعالیٰ کے پیش لفظ سے واضح ہے ۔ ان دس واقعات سے اصلاحِ امت کے لئے جہاں حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عملی جدوجہد کا پتہ چلتا ہے ، وہیں ان سے احقر کے دادا جان رحمہ اللہ تعالیٰ کی مساعی جلیلہ اور خدماتِ جمیلہ بھی واضح ہوجاتی ہیں ، بلکہ یہ ان کی سوانح حیات کا کلیدی اور اساسی باب ہے ، جس کی بنیاد پر احقر کے والد ماجد فقیہِ وقت حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے والد گرامی حضرت مفتی عبدالکریم رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات پر ایک جامع مضمون لکھا ، جو پروفیسر احمد سعید صاحب کے نام سے پہلے ۱۹۷۲ء میں ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی اور پھر موصوف کی کتاب ''بزمِ اشرف کے چراغ'' میں برابر شائع ہورہا ہے ۔ صدیقی ٹرسٹ کراچی نے اسے الگ پمفلٹ کی صورت میں بھی شائع کردیا ہے ، بعد میں احقر نے اس کو بنیاد بنا کر حضرت جدامجد رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات بنام ''تذکرۃ الکریم'' تحریر کئے ہیں ۔

الحاصل یہ ایک ایسا جامع مضمون ہے جو حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے ساتھ حضرت جدامجد رحمہ اللہ تعالیٰ کی سوانح کا بھی ایک حسین مرقع ہے ، اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء اور متوسلین میں یہ حضرت جدامجد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہی خصوصیت ہے کہ ان کے کتابِ زندگی کے اہم واقعات ، حالات ، خدمات کا تذکرہ اپنے شیخ ومربی اور محسن کے پاکیزہ حالات پر مشتمل جامع کتاب ''اشرف السوانح'' میں آگیا ہے جو اپنے اکابر کے ساتھ الحاق کے لئے نیک فال ہے ۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

عرصہ دراز سے خیال تھا کہ ''مکارمِ عشرہ'' کو الگ مستقلاً بھی شائع کیا جائے لیکن کل امر مرھون باوقاته اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی اشاعت اب منظور اور مقدر تھی، تو خیال آیا کہ اصل کتاب ''اشرف السوانح'' اور اس مضمون پر کچھ عرض کردیا جائے، اس لئے یہ چند سطور قلم بند کردی ہیں، اس پسِ منظر کے بعد اب اصل مضمون ''مکارمِ عشرہ'' ملاحظہ فرماویں۔

قارئین کے ذہن عالی میں رہے کہ مضمون ''مکارمِ عشرہ'' انتہائی مختصر اور دریا بکوزہ ہے، اس میں کئی مندرجات تشریح و توضیح طلب ہیں۔ احقر نے بفضلہٖ تعالیٰ ان واقعات کی توضیح کردی ہے، عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ رسالہ ''مکارمِ عشرہ'' مع تشریحات و توضیحات بنام ''مکارم عشرہ مع توضیحاتِ عطرہ'' شائع ہوگا۔

واللہ الموفق والمعین۔ فقط

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

۲۶ شوال المکرم ۱۴۴۱ھ

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودہا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”مکارمِ عشرہ“

بعد الحمد والصلوٰۃ: ناظرین کرام کی خدمت میں گذارش ہے کہ اشرف السوانح میں جب اہتمام تبلیغ واصلاحِ امت کے واقعات درج ہونے کا موقع آیا تومکرم و محترم بندہ جناب خواجہ صاحب مؤلف زید مجدہم نے احقر سے فرمایا کہ چونکہ اس قسم کے واقعات سے تمہیں بھی تعلق رہا ہے، تم کواچھی طرح معلوم ہوں گے لہذا ایسے واقعات تم بھی لکھ دو۔ احقر نے ہرچند عرض کیا کہ اس تصنیف لطیف میں مجھ جیسے کی تحریر کا جوڑ لگانا ہرگز مناسب نہیں مگر خواجہ صاحب کی رخصت قریب الختم ہونے کے سبب فرصت بالکل نہ تھی، اس لئے مکرر اصرار فرمایا تو مجبوراً احقر کو جرأت کرنا پڑی اور یہ دس واقعات لکھ دیے۔

ان میں سے آٹھ یعنی واقعہ سوم سے اخیر تک کا تو احقر کو ذاتی علم ہے اور واقعہ اول ودوم حضرت اقدس مدظلہم کی زبانِ فیض ترجمان سے چندبارسننے کا شرف حاصل ہوا تھا، لیکن پوری تفصیل ذہن نشین نہ رہی تھی، اس لئے احقر نے مکرر بیان فرمادینے کی درخواست پیش کی، حضرت والا نے غایت شفقت قبول فرما کر مفصل واقعہ بیان فرمادیا اور احقر نے یہ تمام واقعات لکھ کر حضرت اقدس کی خدمت بابرکت میں بھی پیش کئے ہیں، حضرت والا نے غایت ذرہ نوازی سے ملاحظہ کی تکلیف گوارا فرمائی ورنہ ؎

من باشم کہ براں خاطر عاطر گذرم　　　لطفہا می کنی اے خاک درت تاج سرم

ترجمہ: (میں کون ہوں کہ اس مبارک معطر دل پر میرا گذر ہوا، آپ بڑی مہربانیاں فرماتے ہیں، جب کہ آپ کے در کی خاک میرے سر کا تاج ہے۔)

یہ ناکارہ غلام تو شکرگذاری سے سراسر قاصر ہے، اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرماوے۔ آمین ربَّنا تقبَّل مِنَّااِنَّکَ اَنْتَ السَّمیعُ العلیم۔

احقر عبدالکریم عفی عنہ

۲۵ محرم ۱۳۵۵ھ

پہلا واقعہ ''گجنیر میں تبلیغ''

عرصہ دراز ہوا کہ ایک مرتبہ حضرت اقدس کانپور تشریف لے گئے تھے، وہاں معلوم ہوا تھا کہ مقام گجنیر میں آریہ لوگ ریشہ دوانی کر رہے ہیں اور اس سے متاثر ہوکر کچھ لوگ مرتد ہونے والے ہیں اس کو سنتے ہی حضرت نے وہاں تشریف لے جانے کا عزم فرمالیا اور سامانِ خوردونوش کے علاوہ ڈیرہ خیمہ وغیرہ تمام سامان ہمراہ لیا۔ جب لوگوں کو اس کی اطلاع ہوئی تو اچھا خاصہ مجمع ساتھ ہوگیا۔ وہاں پہنچ کر حضرت والا نے اول ان کے ممتاز لوگوں سے گفتگو کرنا مناسب تصور فرمایا۔

تحقیق سے معلوم ہوا کہ ان کے سرداردو شخص ہیں: ننھو سنگھ اور ادھار سنگھ۔ ان کا نام سرکاری کاغذات میں تو ننھوخان اور ادھارخان تھا مگر عام طور پر زمانہ کفر کی رسم کے مطابق ''سنگھ'' کہنے کا دستور تھا۔

القصہ ! ان دونوں کو یکے بعد دیگرے الگ الگ بلایا گیا ، تاکہ دونوں کے خیالات آزادی سے معلوم ہوسکیں اور چونکہ گرمی کا زمانہ تھا اس واسطہ ان کو شربت پلانا چاہا ، مگر انہوں نے عذر کردیا کہ ہم مسلمانوں کے ہاتھ کا کھایا پیا نہیں کرتے ، اور بھی ایسی ہی بیہودہ رسمیں معلوم ہوئیں ، مثلاً نکاح کے ساتھ پھیرے بھی ہوتے ہیں اور سر پر چوٹی بھی ہے ، اور جو صاحبِ وسعت ہوا اور برادری کو کھانا دے سکے اس کے یہاں ختنہ بھی ہوتی ہے ، اور جہالت کی یہ حالت کہ ان سے پوچھا کہ : تم ہندو ہو؟ کہا : نہیں ، دریافت کیا : مسلمان ہو؟ جواب دیا : نہیں ، کہا گیا : آخر کون ہو؟ بتلایا کہ نو مسلم ہیں ۔

گفتگو کرنے پر نتھو خان نے تو یہ خیال ظاہر کیا کہ آریہ مذہب میں نیوگ ایسا گندہ حکم ہے کہ کوئی بھلا مانس اس کو سننے کے بعد ہرگز اس مذہب میں داخل ہونا گوارا نہیں کرسکتا ۔ اور ادھار خان نے کہا کہ ہم تو تعزیہ بناتے ہیں ، ہم ہندو کیوں بننے لگے ، حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ تعزیہ ضرور بنایا کرو ، بعض ہمراہیوں نے اس ارشاد پر اشکال بھی کیا ، مگر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ان کے لئے بدعتِ وقایہ ہے کفر سے ، اس لئے ان کو اس سے منع کرنا مصلحت نہیں ۔

اس کے بعد عام مجمع میں بھی بیانات ہوئے ، اور ایک مجمع میں بہت کامیابی ہوئی ، جس میں قصبہ بارہ پرگنہ اکبر پور کے رؤساء اس تبلیغی وفد کی خبر سن کر بغرضِ تائید آ گئے تھے ، ان کا وہاں کافی اثر تھا ، اس لئے بڑی مدد ملی ، اور وہاں کے لوگوں کی سمجھ کے مناسب حضرت والا نے اعلان کے لئے یہ الفاظ تجویز فرمائے تھے کہ '' مسلمانوں کی کتھا ہوگی '' اور بیان کے لئے ذکرِ میلاد شریف تجویز فرمایا تھا ، شیرینی بھی تقسیم کرائی گئی تھی ۔ مگر یہ سب کچھ مقامی رعایت کے سبب تجویز فرمایا ، لیکن خود حضرت والا نے اس مجلس میں شرکت نہیں فرمائی ، بلکہ

بعض ایسے صاحبان بھی ہمراہ تھے جو ایسی محفل کیا کرتے تھے، ان سے میلاد شریف پڑھوادیا ۔ وہاں کئی دن قیام رہا، اور جب انہوں نے خود اچھی طرح وعدہ کرلیا کہ ہم مرتد نہ ہوں گے تب واپسی ہوئی، گو بیوقوفی سے ساتھ میں یہ بھی کہا تھا کہ ہم تمہارے جیسے مسلمان بھی نہ ہوں گے بلکہ ایسے ہی نو مسلم رہیں گے ۔

اور مولوی سعید احمد صاحب تھانوی مرحوم کو جو تھانہ بھون ہی سے سفر میں ہمراہ تھے زمانہ قیام گجنیر ہی میں بعض دیہات میں بھیجا لیکن ان لوگوں نے اتنی بے التفاتی کی کہ دوپہر گزارنے کو جگہ تک نہ دی ۔ مولوی صاحب کو سخت تکلیف برداشت کرنا پڑی کیونکہ لو کا موسم تھا آخر کار ایک برہمن نے ٹھکانہ دیا ۔ مولوی صاحب مرحوم اپنے ساتھ ستوں لے گئے تھے کسی نے گھولنے کے واسطے برتن بھی نہ دیا۔ بیچاروں نے رومال ہی میں تھوڑا پانی ڈال کر معمولی سا بھگولیا اور جس طرح بن پڑا کھا لیا اور تحمل سے زیادہ تعب و مشقت اور ان کے بے انتہاء اعراض کی وجہ سے واپس آ گئے ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

دوسرا واقعہ ''تبلیغ کے لئے یورپ کا ارادہ''

گزشتہ واقعہ سے کچھ عرصہ بعد کا واقعہ ہے کہ بابو حبیب احمد صاحب تھانوی کسی سلسے میں یورپ گئے تھے ۔ وہاں جو کافی تعلقات ہونے پر خاص خاص لوگوں سے اسلام کی خوبیاں بیان کرنے کی نوبت آئی تو بحمداللہ کچھ لوگ اس تحریک سے مسلمان ہو گئے تھے ۔ جن میں صاحب بڑے بڑے طبقہ اور بڑے خاندان کے بھی تھے اس سلسلے میں بابو صاحب موصوف کو کچھ دریافت کرنے کی ضرورت پیش تھی تو حضرت والا کی خدمت اقدس میں خط بھیجے تھے متعدد خطوط آئے بعض نو مسلم انگریزوں نے اپنے لئے نام بھی تجویز کرایا تھا چنانچہ ایک عورت کسی

کالج کی پروفیسر یا پرنسپل تھی اس کا سابقہ نام براڈے تھا حضرت والا نے اسلامی نام بریدہ تجویز فرما دیا، وہ بہت خوش ہوئیں اور شکریہ لکھواکر بھیجوایا۔

اس خط وکتابت کے سبب ان نو مسلموں کو حضرت والا سے کچھ تعلق ہو گیا تھا۔ ان میں سے کسی کا بواسطہ بابو صاحب مذکور کے ایک خط آیا کہ ہمیں حاضری کا اشتیاق ہے مگر یہ اندیشہ ہے کہ ہماری عورتیں پردہ کی عادی نہیں وہ پابند نہ ہوسکیں گی شاید آپ حضرات ناراض ہوں۔ حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ ''وجہ'' اور ''کفین'' کا ستر فی نفسہ واجب نہیں بلکہ فتنہ کے سبب مامور بہ ہے اور آپ کی عورتوں کی طرف یہاں کے لوگوں کو رعب کی وجہ سے کسی قسم کا نفسیانی خیال ہونا بعید ہے۔ لہذا انتفاءِ علت کے سبب ان کو اس کی اجازت مل سکتی ہے۔

اس خط وکتابت کے دوران بابو صاحب نے حضرت والا سے عرض کیا کہ اگر آپ یہاں تشریف لے آویں اور میں اور آپ مل کر تبلیغ کا کام کریں۔ اس طرح کہ مضامین آپ کے ہوں اور ترجمہ انگریزی میں میں کروں تو لوگوں کو بہت فائدہ ہو۔ اس پر حضرت دام ظلہم نے یورپ کا عزم فرما لیا اور مصارف کا بھی خود اپنے پاس سے انتظام فرمالیا اور صوفی محمد علی صاحب گلاؤٹھی والوں کو ہمراہی کے لئے تجویز فرمالیا جو کہ مدبر آدمی تھے اور بقدرِ ضرورت انگریزی گفتگو سے بھی واقف تھے لیکن حضرت والا نے بابو حبیب صاحب کے پاس ایک خط روانہ فرمایا کہ آنے سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان لوگوں کے کچھ شبہات لکھ کر بھیج دیں اور یہاں سے جو جواب پہنچے وہ ان کو سنایا جائے تاکہ یہ اندازہ ہوجائے کہ آیا میرے جواب ان کے مذاق کے بھی موافق ہوتے ہیں یا نہیں اگر اس سے نفع ہوا تو آنا مناسب ہوگا۔ ورنہ اتنا طویل سفر کیوں اختیار کیا جائے لیکن بابو

صاحب اس والا نامہ کا جواب نہ بھیج سکے بلکہ شاید یہ والا نامہ ان تک پہنچا بھی نہ ہو کہ بابو صاحب کا انتقال ہوگیا اوراس وجہ سے سفر کی نوبت ہی نہ آنے پائی اور عزم سفر موقوف کرنا پڑا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

تیسرا واقعہ ''تحریک قانونِ وراثت متعلق پنجاب''

ایک مرتبہ حضرت اقدس (حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ تعالی سرہ) کی مجلس مبارک میں تذکرہ ہوا کہ پنجاب میں وراثت کا قانون شریعتِ مقدسہ کے خلاف ہے، مثلاً بہن و بیٹی وغیرہ کو میراث میں حصہ نہیں ملتا اور بے عملی کے ساتھ اس مسئلہ سے بے علمی بھی یہاں تک ہے کہ اکثر دین دار لوگ بھی بالکل بے خبر ہیں اور زیادہ غفلت کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ علم بھی اس طرف توجہ نہیں کرتے، نہ وعظ میں اس پر تنبیہ کرتے ہیں نہ دوسرے اوقات میں بلکہ اکثر حضرات تو خود اپنے عمل کی طرف بھی توجہ نہیں کرتے، رواجِ عام کے سبب اس طرف التفات ہی نہیں ہوتا۔

حضرت والا نے بڑے اہتمام سے ارشاد فرمایا کہ وہاں کے مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلانا نہایت ہی ضروری ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ مشاہیر علماء کرام اگر خاص سعی فرماویں تو ممکن ہے کچھ لوگ سمجھ جائیں ورنہ ایسے معاملہ میں معمولی سعی سے تو نفع کی امید نہیں، ارشاد فرمایا: **جس قدر کوشش ہوسکے اس میں دریغ نہ کرنا چاہیئے، نفع کی فکر میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے**۔ احقر کو اس ارشاد کے بعد کسی قدر ہمت ہوئی اور وطن جا کر

اپنے نواح میں اس ضروری مسئلہ کی اشاعت خاص طور سے شروع کی اور امرتسر، لاہور کے بعض جلسوں میں بھی اسی غرض سے شامل ہوا، لیکن افسوس کہ اہلِ جلسہ نے یہ عذر کردیا کہ لوگ خلاف کریں گے، جلسہ کے ناکام ہونے کا اندیشہ ہے۔

کچھ عرصہ کے بعد ایک نعمتِ عظمیٰ یہ حاصل ہوئی کہ اس ناکارہ غلام کی حقیر درخواست کو شرف قبول بخش کر حضرتِ اقدس مدت فیوضہم راجپورہ کے قریب احقر کی سسرال میں یعنی موضع اُڑدن تشریف لائے اور راجپورہ بھی قیام فرمایا، وہاں جو اس مسئلہ کا تذکرہ آگیا تو حضرت نے اس ناکارہ کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا کہ **اس کی اشاعت کے لئے تو اس کی ضرورت ہے کہ پنجاب کا سفر کیا جائے**۔ احقر نے اپنی نااہلی کا عذر پیش کیا اور یہ بھی عرض کیا کہ اگر باوجود نااہلی کے احقر اس کی جرات بھی کرے تو مصارف بہت درکار ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ **ان شاء اللہ تعالی مصارف کا انتظام ہوجائے گا** اور واپس پہنچتے ہی تیس روپے کا منی آرڈر احقر کے نام روانہ فرمادیا۔

اس پر سفر ضروری ہوگیا اور فکر شروع ہوئی۔ لاہور امرتسر کے سفر سے اس کی بھی سخت ضرورت معلوم ہوچکی تھی کہ مشاہیر علمائے کرام کی تحریرات اس مسئلہ کے متعلق ساتھ ہوں۔ اس لئے سب سے پیشتر ایک سوال تقریباً چالیس پچاس جگہ بھیجا گیا اور توکلاً علی اللہ سفر بھی شروع کردیا۔ سرہند وغیرہ اترتا ہوا لاہور پہنچا اور زیادہ تر کوشش اس کی رہی کہ اہلِ علم اور اسلامی انجمنوں کو اس جانب توجہ ہوجائے کیونکہ ان کے ذریعہ سے اشاعت بہت سہولت سے ہو سکتی ہے۔ جہاں کہیں جانا ہوا تقریباً ہر طبقہ میں اول قسم قسم کی

توجہات سے اس ظالمانہ رواج کی حمایت کی گئی، گو قیل وقال کے بعد آخر کار اس تحریک کی ضرورت کو تسلیم کرنا پڑتا تھا۔

اس طویل سفر میں صرف لاہور میں ایک جماعت ایسی ملی جس کے بعض ارکان کو کسی قدر اس مسئلہ کا خیال تھا، اور تھوڑی بہت جزوی کوشش کا بھی ارادہ تھا، مگر لوگوں کی مخالفت کے سبب کوئی سبیل نظر نہ آئی تھی۔

ان سب حالات کو دیکھنے کے بعد حضرت والا کی خدمت اقدس میں ان کا خلاصہ لکھ بھیجا اور یہ بھی عرض کیا کہ اب یہاں سے واپسی کا خیال ہے، حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا ''**جب تک نا امیدی نہ ہو ایک دفع تو جان توڑ کوشش کر لینا چاہیئے**'' اس والا نامہ کے صادر ہونے پر کچھ ہمت بندھ گئی اور چند روز لاہور میں رہنے کے بعد آگے بڑھنا شروع کیا مگر سوال مذکور کے جو جوابات آ چکے تھے ان کو چھپوانا ضروری سمجھا گیا۔ اس لئے غالباً وزیر آباد ہی سے واپس آنا پڑا اور تھانہ بھون حاضر ہو کر فتوی چھپوایا جس کا عنوان یہ تھا ''**ظلم پنجاب کے متعلق خدائی وصیت**'' اس کے بعد ارادہ کیا کہ ان کو ہمراہ لیکر پنجاب کا سفر کیا جائے لیکن اچانک اطراف آگرہ سے فتنہ ارتداد کی افسوسناک خبر پہنچ گئی۔ حضرت نے احقر سے فرمایا کہ اگر تم وہاں چلے جاؤ تو قانونِ وراثت کی سعی میں تو کچھ حرج نہ ہوگا۔ عرض کیا کہ صرف تاخیر ہوجائے گی اور تو کچھ حرج نہیں۔ ارشاد فرمایا **بس تو پھر الاہم فالاہم پر عمل چاہیے بسم اللہ کر کے آگرہ اور اس کے نواح میں جا کر تبلیغ کا کام کرو**۔ احقر اس طرف چلا گیا اور حضرت والا کے ایماء سے مطبوعہ فتوی پنجاب کے شہروں اور قصبوں میں بلکہ بہت سے دیہات میں بھی بذریعہ ڈاک روانہ کر دیا گیا بلکہ ایک رسالہ مسمی ''**غصب المیراث**'' بھی چھپوا کر بذریعہ ڈاک ہی

تقسیم کیا گیا۔ طباعت اور ڈاک کے تقریباً تمام مصارف کا اہتمام حضرت ہی نے فرمایا اور کچھ رقم احقر کی معرفت بھی اس میں بعض اہلِ خیر نے بھیجی۔ غرض تبلیغ کے ساتھ اس ضروری امر کی طرف بھی حضرت اقدس کو برابر توجہ رہی۔ چنانچہ فتوی اور رسالہ ختم ہو گیا تو دوبارہ کثیر مقدار میں چھپوایا اور جمعیت العلماء (ہند) کو اس طرف توجہ دلانے کے واسطے برابر تین جلسوں میں شرکت کے لیے احقر کو بھیجا۔ دو جلسوں میں تو مختلف وجوہ سے کامیابی نہ ہو سکی مگر تیسری بار کی شرکت اور کوشش پر جلسہ ۱۳۴۳ھ بمقام مراد آباد ایک پرزور تجویز منظور ہو گئی اور جب علاقہ ارتداد میں بقدر ضرورت تبلیغ ہو چکی تو حضرت والا نے ایک عریضہ کے جواب میں اصل مضمون کے بعد تحریر فرمایا ''میرا خیال ہے کہ ان سب قصوں کو چھوڑ کر پنجاب کا سفر تحریک عدل فی المیراث کیا جائے۔''

اس وقت سے پھر پنجاب کا سفر کیا گیا اور اس مرتبہ مولوی عبدالمجید صاحب کو بھی احقر کے ہمراہ بھیجا گیا اس وجہ سے سفر میں سہولت بھی رہی اور اثر بھی زیادہ ہوا۔

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں تمام پنجاب اور سرحد بلکہ کسی قدر سندھ وغیرہ کے علاقہ میں بھی خوب اشاعت ہو گئی اور گو حالات پر نظر کرتے ہوئے بالکل توقع نہ تھی کہ لوگ اس مسئلہ کی طرف توجہ کریں گے۔ یہاں تک کہ ایک عریضہ میں احقر نے عرض کیا کہ دعا فرمائیے، حضرت والا کی دعا ہی سے امید ہے کہ اس احقر کی ناچیز سعی بارآور ہو جائے، تو حضرت نے تحریر فرمایا تھا ''مجھ کو بے حد خیال ہے مگر لوگوں کی حالت سے یاس ہوتی ہے''۔ مگر حضرت اقدس کی توجہ اور دعا سے بہت جلد اثر ہوا اور بے حد اثر ہوا۔ ہمارے سفر ختم ہونے سے پیشتر ہی بہت لوگوں نے قانون بدلنے کی سعی شروع کر دی، اور اب تک سلسلہ

جاری ہے ،امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالی عنقریب کامیابی ہوجائے گی ،حق تعالی شانہ اس میں نیز دیگر مقاصد حسنہ میں مسلمانوں کو کامیاب بناوے اور تمام سعی کرنے والوں کو جزائے خیر عطا فرماوے اور حضرت والا کو بدین فیوض وبرکات ہمیشہ سایہ گستر رکھے ۔

ویرحم اللہ عبدًا قال آمینا ۔

فائدہ : اس زمانہ میں حضرت والا سے جو مکاتبت ہوتی رہی اس سلسلہ میں سے بعض خطوط محفوظ ہیں ،ان میں ایک خط نہایت مفید ہونے کے سبب نقل کرتا ہوں ۔

(مضمون عریضہ احقر)

ایک امر قابل گذارش یہ ہے کہ ایک جلسہ کے موقع پر ایک ممتاز رکن جلسہ نے بہت اصرار کیا کہ تو رکن ہوجا اور چونکہ بدوں رکن ہوئے اس جگہ تک رسائی بھی نہ ہوسکتی تھی جہاں بیٹھنے والوں کو تجاویز پر بولنے کا حق ہوتا ہے ،اس لئے کمترین نے اپنا نام درج کرادیا ۔ تاکہ وراثت کے معاملہ کو پیش کرسکوں ، مگر اس کے بعد وہاں مفصل تقاریر سن کر بڑا انقباض ہوا اور جی چاہتا ہے کہ رکنیت سے استعفاء دے دوں لیکن پھر ان لوگوں سے تعلقات نہ رہیں گے اور جو کام اب وہ کردیتے ہیں وہ نہ لے سکوں گا ۔ اس لئے شش وپنج ہے ۔

(جواب از حضرت اقدس دامت برکاتہم)

بلا سے نہ رہیں گے ،جو کام فرض ہے یعنی سعی ،وہ رکنیت پر موقوف نہیں اور ان سے کام لینا یہ فرض نہیں ،اور لاتقعد بعد الذکریٰ کے ترک کا یہ کوئی عذر نہیں ،فوراً استعفاء دے دینا واجب ہے ۔ اھ

واقعہ چہارم ''انسداد فتنۂ ارتداد''

سن ۴۱ھ میں اطرافِ آگرہ سے فتنۂ ارتداد کی خبر پہنچی تو حضرت والا نے احقر کو وہاں جانے کا ایماء فرمایا جس کا ذکر اجمالا نمبر بالا میں آچکا ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ اس کا م کے واسطے مولوی عبدالمجید صاحب بچھرایونی مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ ارشاد فرمایا اس اختلاف رائے کا فیصلہ مولوی ظفر احمد صاحب کے سپر د کرنا چاہیئے۔ احقر نے ہر چند عرض کیا کہ احقر کے خیال ناقص کی حقیقت کیا ہے جو فیصلہ کی ضرورت ہو لیکن حضرت نے فرمایا کہ یہی مناسب ہے اسی میں انشاء اللہ برکت ہوگی۔ مولوی صاحب موصوف کتب خانہ میں تھے ان کو حضرت والا نے خود آواز دی اور فرمایا کہ میں اس کو بھیجنا چاہتا ہوں اوراس کے خیال میں مولوی عبدالمجید کو بھیجنا مناسب ہے اور ہر دو رائے کی وجہ بھی بیان فرمادی مولوی صاحب نے فرمایا کہ میرے خیال میں دونوں کا بھیجنا مناسب ہے اس میں ہر دو وجہ کی رعایت بھی ہوجائے گی نیز ایسے موقعہ پر تنہا کا سفر دشوار بھی ہے۔ حضرت اقدس نے نہایت بشاشت سے فرمایا کہ بہتر اور مسکرا کر احقر سے فرمایا دونوں جیت گئے، مولوی عبدالمجید صاحب اپنے مکان پر گئے ہوئے تھے ان کو خط لکھ دیا گیا کہ دہلی مدرسہ عبدالرب کے جلسہ پر آجاؤ اوراحقر کو دہلی تک حضرت والا کی ہمراہی کا شرف حاصل رہا جلسہ سے فارغ ہوکر دونوں کو مناسب نصائح وہدایات اورمزید دعوات کے بعد وہاں سے رخصت فرمایا اور کامل دوسال تک اس سلسلہ کو نہایت اہتمام سے جاری رکھا ایک سفر خود بھی فرمایا۔ جس میں ریواڑی، تارنول اور موضع اسماعیل پور متصل الور میں ''الاتمام لنعمۃ الاسلام'' وعظ ہوا جس کے تین حصے ہیں اوردوسرے سفر کا قصبہ نوح اور فیروز پور جھر کا وغیرہ کے لئے ارادہ فرمایا تھا مگر اسی اثناء میں سفر سے عذر پیش آگیا جس کی وجہ سے سفر بالکل موقوف ہوگیا اوراس

تبلیغ سے حضرت دام ظلہم کو اس قدر تعلق خاطر تھا کہ اس دوران میں ایک دوست نے احقر کو حج کے لئے لے جانا چاہا۔ احقر کو بے حد اشتیاق تھا، بہت خوش ہوا اور حضرت والا سے اجازت چاہی ۔ ارشاد فرمایا کہ جس کام میں یہاں مشغولی ہے وہ حج نفل سے مقدم اور افضل ہے اور بڑے جوش کے ساتھ فرمایا کہ ایسے ہی موقع کے واسطے حضرت مسعود بک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے ؎

اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید　　　معشوق دریں جاست بیائید بیائید

حضرت حکیم الامت کی جانب سے حوصلہ افزائی

ہمیشہ بوقتِ حاضری زبانی ارشادات سے اور خطوط میں بھی نہایت مفید ہدایات فرماتے رہتے نیز دعاؤں کے ساتھ حوصلہ افزائی کے کلمات بھی ہوتے تھے ۔ چنانچہ ایک والا نامہ میں ارشاد فرمایا :

السلام علیکم

حالات سے بہت کچھ امیدیں ہوئیں اور مجھ کو اس سے پہلے بھی آپ جیسے مخلصین کا جانا اور پھر مولوی محمد الیاس صاحب کا ساتھ ہوجانا یقینِ کامیابی دلاتا تھا ۔ علمِ غیب تو حق تعالیٰ کو ہے مگر میرا قلب شہادت دیتا ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ سب وفود سے زیادہ نفع آپ صاحبوں سے ہوگا۔ بخدمت مولوی صاحب سلام مسنون ۔

(آگرہ جانے کے بعد معلوم ہوا کہ پلول میں ضرورت ہے اس لئے ہم پلول آ گئے اور وہاں سے مولوی صاحب کی معیت میں قصبہ نوح وغیرہ کا سفر بھی ہوتا رہا ۔)

اور ایک والانامہ میں تحریر فرمایا تھا

السلام علیکم

آپ کا خط پہنچا کاشف تفصیل حالات ہوا، بہت کچھ امیدیں بڑھیں۔ میرا قلب شہادت دیتا ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کی جماعت اس مادہ میں جس قدر مفید ہوگی شاید دوسری بڑی بڑی جماعتیں اس درجہ مفید نہ ہوں۔ ''بناہ ماقال الرومی'' ؎

کعبہ راہر دم تجلی مے فزود　　　ایں زاخلاصاتِ ابراہیم بود

''کان اللہ معکم ومن معکم'' اپنے تمام احباب کی خدمت میں یعنی جو ان میں سے اس وقت تشریف رکھتے ہیں سلام کہئے اور کارڈ سنا دیجئے اور سب سے دعا کی درخواست کیجئے اس مقصود کے لئے بھی اور میرے لئے بھی ،میں برابر دعا کرتا ہوں۔

جمعہ ۲۴، رمضان ۱۳۴۱ھ

ان ارشادات کا مقصد صرف یہ خیال میں آتا کرتا تھا کہ حوصلہ افزئی فرمائی جاتی ہے لیکن جب تقریبا ڈیڑھ سال کے بعد ایک جماعت نے تمام علاقہ تبلیغی (یعنی ۲۹، ضلعوں) کا مفصل حال لکھ کر شائع کیا اور اس روئداد میں اس کی تصریح بھی درج تھی کہ تحصیل پلول (جہاں احقر اور مولوی عبدالمجید صاحب کار تبلیغ انجام دیتے تھے) اول نمبر کامیاب رہی ہے، تب معلوم ہوا کہ یہ بشارت اور پیشین گوئی تھی جو خدا کے فضل سے بالکل صحیح ہوئی۔

اس اہتمام تبلیغ کے علاوہ اس زمانہ میں حضرت والا نے مندرجہ ذیل رسالے بھی شائع فرمائے تھے ''الانسداد لفتنۃ الارتداد''، ''حسن کی اسلام کی ایک جھلک''، ''نماز کی عقلی خوبیاں'' ان میں سے نمبر ۲ کو ہندی زبان میں بھی چھپوا کر تقسیم کیا گیا تھا۔ غالباً نمبر ۳ بھی ہندی میں چھپا تھا اور زیادہ تر ان مذبذب لوگوں کو مسلمانوں سے گائے کا گوشت کھانے کے سبب وحشت تھی، اس واسطے ایک رسالہ میں ''وید'' سے گائے کی قربانی کو ثابت کیا تھا وہ بھی شائع کیا گیا اور چند مکاتب بھی قائم کئے گئے جن کی امداد میں حضرت اقدس نے بھی کافی حصہ لیا اور دوسرے ذرائع سے بھی مصارف کا انتظام ہوا اور چند مواعظ میں بھی تبلیغ کے متعلق مضامین بیان فرمائے جن میں تین مواعظ خاص طور پر قابل ذکر ہیں : ''الدعوۃ الی اللہ، محاسنِ اسلام، آداب التبلیغ'' غرض حضرت اقدس نے ہر پہلو سے اصلاح و تبلیغ کا اہتمام فرمایا۔

پھر جب تقریباً دو سال کی جدوجہد کے بعد ارتداد کی کافی روک تھام ہو چکی اور ہر قسم کے شبہات ان مذبذب لوگوں کے زائل ہو چکے اور ان لوگوں کو نیز قرب وجوار کے مسلمانوں کو آئندہ اصلاح کے لئے مکاتب کی ضرورت ثابت ہو چکی اور وہاں صرف مکاتب کی دیکھ بھال کا کام رہ گیا اور احقر نے ایک عریضہ میں ان مکاتب کے لئے چندہ کی سعی کے واسطے حضرت سے پلول جانے کی اجازت چاہی تب حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ''بہتر، ہو آئیے بشرطیکہ اصلی کام یعنی تبلیغ میں ان قصبوں کے سبب کمی نہ ہو۔ تجربہ کے بعد سمجھ میں آیا کہ تدابیر چھوڑنا چاہئے صرف تبلیغ چاہئے خواہ ثمر ہو یا نہ ہو۔ نیز میرا خیال ہے کہ ان سب قصبوں کو چھوڑ کر پنجاب کا سفر تحریک عدل فی المیراث کیا جائے اھ''

اس کے بعد پنجاب کا سفر ہوا جیسا کہ گذشتہ نمبر میں ذکر آچکا ہے اور وہاں سے واپسی پر احقر حسبِ ایماء حضرت دامت برکاتہم تھانہ بھون مقیم ہوگیا اور مولوی عبدالمجید صاحب برابر تبلیغ کے کام پر رہے اور تقریبًا بارہ سال تک اس کام پر رہنے کے بعد پچھلے دنوں مصارف کا انتظام نہ ہونے کے سبب ان کا سفر ترک ہوا، حق تعالیٰ ان مساعی کو قبول فرمائے اور جو نفع اس تبلیغ سے ہوا اس کو باقی رکھے اور ترقی عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

اس واقعہ کے بعد چند ضروری باتیں لکھ دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اول : یہ کہ حضرت اقدس اس کی بے حد تاکید فرماتے ہیں کہ مبلغ کو لوگوں پر کھانے کا یا اور کسی قسم کا بار ہرگز نہ ڈالنا چاہئے حتیٰ کہ اگر وہ اپنی خوشی سے بھی کوئی خدمت کرنا چاہے تب بھی عذر کردیا جائے صرف اس کی اجازت ہے کہ اگر کوئی شخص مبلغ سے آٹے وغیرہ کی قیمت لے کر کھانا پکوادے تو مضائقہ نہیں بشرطیکہ کسی مقامی مصلحت کے خلاف نہ ہو اور کوئی شرعی مانع بھی نہ ہو۔ اور اس کی بھی اجازت ہے کہ جن ضروری چیزوں کا انتظام مبلغ خود نہ کرسکے مثلاً چارپائی، وہ اگر کوئی شخص خوشی سے پیش کرے تو استعمال کا مضائقہ نہیں مگر از خود ایسی اشیاء طلب نہ کی جائیں (البتہ اگر کسی کے بلانے پر جاویں تو داعی کے یہاں کھانا اور اس سے کرایہ لینا امر آخر ہے) اور اس معمول کو عام رکھا جائے کیونکہ اگر کسی شخص کو خصوصیت کی وجہ سے مستثنیٰ کیا جاوے تو دوسروں کو شکایت ہوگی۔

دوم : یہ کہ مبلغ کی راحت کا حضرت والا ازحد خیال فرماتے ہیں اور مصارفِ سفر میں اس کو بہت وسعت عطا فرماتے ہیں کہ بشاشت سے کام ہوسکے یہاں تک کہ احقر نے اخیر سفر میں سفر تبلیغ میں عرض کیا کہ خود پکانے کی اب ہمت نہیں رہی اور لوگوں سے پکوانے میں گرانی ہوتی ہے تو ایک باورچی احقر کے ہمراہ رکھ دیا گیا نیز یہ

بھی معمول ہے کہ وعظ وغیرہ کے لئے خاص معمول تجویز نہیں فرماتے بلکہ اس کی رائے اور بشاشت قلبی کے حوالہ فرما دیئے ہیں ۔

سوم : یہ کہ مصارف کا تفصیلی حساب طلب نہیں فرماتے اور ارشاد فرمایا کرتے ہیں کہ غیر معتمد کو مبلغ نہ رکھنا چاہیئے اور معتمد سے تفصیل طلب کرنے کی ضرورت نہیں ایک بار یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تفصیل حساب طلب کرنا تو ہر حال میں بے کار ہے ۔ اگر کوئی شخص جعلی حساب پیش کردیا کرے تو کیا انسداد ہوسکتا ہے احقر کو بھی حضرت والا نے شروع میں حساب ارسال خدمت کرنے پر بھی تحریر فرمایا تھا کہ اس کی ضرورت نہیں پھر دوسرے ماہ میں تعمیل ارشاد سے احقر نے عذر کرکے اسی طرح حساب ارسال خدمت کردیا تب بھی اس سے منع فرمایا اور ایک والا نامہ کے ضمن میں بھی اس کا مکرر اعادہ فرمایا مگر اس کے بعد بوقت حاضری زبانی عرض معروض پر فرمایا کہ میں اس کو خوب واضح کردیا کہ میری طرف سے مطالبہ نہیں ہے اس کے بعد بھی اگر رائے ہو تو مزاحمت نہیں کرتا جس میں راحت ہو اختیار ہے یہ چند باتیں اصول کلیہ کے طور پر معروض ہیں جن پر عمل کرنے سے بہت نفع ہوتا ہے ، امید ہے کہ مبلغین اور منتظمین اس کی طرف خاص توجہ فرمائیں گے ''واللہ الموفق والمعین''

پانچواں واقعہ : ''ریاستِ الور میں مکاتب کا اجراء''

غالباً ۴۶ھ یا ۴۷ھ کا واقعہ ہے، جبکہ احقر کا تعلق مدرسہ معین الاسلام قصبہ 'نوح' ضلع ''گڑگانواں'' میں تھا، ریاست ''الور'' میں دینی تعلیم کو حکماً بند کردیا گیا تھا، تمام چھوٹے بڑے مدارس یک قلم توڑ دیئے گئے تھے، اسلامی تعلیم کی بہت کچھ شرطوں کے ساتھ صرف اس قدر اجازت باقی رہ گئی تھی کہ ''پاؤپارہ اور'' مالا بد منہ اردو'' کی زبانی تعلیم دی جاوے'' اس سے زائد کی کسی صورت میں اجازت نہ تھی، اس خبر وحشت اثر کو سن کر احقر نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حال لکھا، اور عرض کیا کہ اس باب میں کوئی سعی تو ممکن نہیں معلوم ہوتی ہے، دعا فرمائیے کہ کسی طرح یہ قانون ٹوٹ جاوے، حضرت نے دریافت فرمایا کہ 'کیا قانونی سعی مثلاً گورنمنٹ سے چارہ جوئی بھی ممکن نہیں'' احقر نے عریضہ ارسال خدمت کیا کہ اس کی پوری تحقیق نہیں لیکن اگر کوئی گنجائش ہوئی بھی تو مصارف بہت درکار ہوں گے۔ حضرت نے تحریر فرمایا کہ ''سر دست مصارف کا جو تخمینہ ہو اس سے اطلاع دو''۔ احقر نے کم از کم سو روپے کا تخمینہ ظاہر کیا، جہاں تک یاد ہے حضرتِ والا نے (یہ والا نامہ اس وقت موجود نہیں کہ اصل عبارت نقل ہوسکے) تحریر فرمایا کہ ''وعدہ جازمہ تو اس وقت کر نہیں سکتا، ان شاء اللہ تعالیٰ خیال رکھوں گا کہ یک صد روپیہ پیش کردوں، توکلا علی اللہ تعالیٰ کام شروع کردیجئے۔''

احقر نے اول تو سخت دشواری کے ساتھ اس ظالمانہ حکم کی مع مکمل مسل کے نقل حاصل کی، جس کی بناء پر کاروائی کی گئی تھی، اور پھر 'دہلی' آکر وکلاء اور دیگر اہل دانش سے مشورہ کیا تو معاملہ کی مفصل کیفیت معلوم کرکے سب نے بالاتفاق یہ کہا کہ اس کے متعلق اب کوئی صورت ممکن نہیں، کیونکہ مسل بتلارہی ہے کہ خود ریاست کے مسلمانوں کی درخواست پر یہ حکم دیا گیا ہے۔

لیکن احقر نے اس کے بعد بھی حضرتِ والا کی دعا و توجہ کے سبب ہمت نہیں ہاری ، بلکہ حسب الارشاد توکلا علی اللہ تعالیٰ لشٹم پشٹم کوشش شروع کردی ، ادھر حضرتِ والا خاص طور پر دعا فرماتے رہے اور چونکہ سو روپیہ کا انتظام ان ایام میں دشوار تھا ، اس لئے حضرت نے جزم سے وعدہ نہ فرمایا تھا مگر اس کا بہت ہی خیال رکھا اور تھوڑے ہی دنوں میں چند منی آرڈروں کے ذریعہ سے سو روپیہ پہنچادئے ۔ اول منی آرڈر ''پانچ'' دوسرا ''دس'' کا تیسرا غالبا ''پینتیس'' کا (یا شاید اس رقم کے دو منی آرڈر ہونگے ، بعض کوپن گم ہوگئے ہیں) چوتھا ''بیس'' کا اور پانچواں ''تیس'' کا ۔

جو چار کوپن محفوظ ہیں ، وہ ذیل میں منقول ہیں ، ان سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ حضرت اقدس کو اس امداد کے واسطے کتنا اہتمام کرنا پڑا ، نیز وہ کوپن فوائد پر بھی مشتمل ہیں ، اس لئے ان کو نقل کرتا ہوں ۔

(۱) السلام علیکم

خط سے حالات معلوم ہوئے ، اللہ تعالی اس معاملے میں کامیاب فرماوے ۔ گھر میں صحت کے لئے دعا کرتا ہوں ۔ ''اَلوَر'' کے معاملہ میں بھی دعا کرتا ہوں ، منجملہ یک صد روپیہ موعودہ بہ وعدہ غیر جازمہ پانچ روپیہ اس وقت پیش کرتا ہوں ۔

(۲) السلام علیکم

دس روپیہ منجملہ اقساطِ یک صد روپیہ مرسل ہے ، لفافہ بھی پہنچا ، فیس میں لگادیا ، میرے خیال میں آئندہ سے صرف غیر جوابی کارڈ کافی ہے ، میں اقساط کا حساب اپنے یہاں لکھ لیا کروں گا ۔

(۳) موجود نہیں۔

(۴) السلام علیکم

بقیہ پچاس میں اس وقت ''بیس'' روپیہ کی گنجائش ہوگئی، مرسل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس جبر کے فتنہ کو رفع فرمادے، مدرسہ کے لئے بھی دعا کرتا ہوں، کارڈ کے سب اجزاء کا جواب ہوگیا، کارڈ بچ گیا، آپ کی ملک سمجھ کر خرچ میں لے آؤں گا، اگر آپ کی ملک نہ ہو، تو اب کی بار جو موعودہ خط آپ کا آوے گا اسی کے جواب میں واپس کردوں گا۔

(۵) السلام علیکم

خط پہنچ گیا، سب امور کے لئے دعائے سہولت کرتا ہوں، مکاتب کے متعلق اس وقت جس طرح بن پڑا ''تیس'' روپیہ کا انتظام کرکے بے باق کیے دیتا ہوں۔

حضرت اقدس کی اس توجہ کا فوری اثر ہوا، اور صرف سو روپے ہی میں بہت جلد کھلی کامیابی اور کامل فتح نصیب ہوئی۔ الحمد للہ علی ذلک

چھٹا واقعہ : ''جبریہ تعلیم سے مکاتب کا تحفظ''

احقر مکاتب الور کے لئے دوڑ دھوپ کے دوران میں دہلی آیا ہوا تھا، کہ اچانک خبر ملی کہ دہلی میں بھی مکاتب ٹوٹ رہے ہیں، مفصل حال معلوم کرکے فوراً تھانہ بھون حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جبریہ تعلیم کی وجہ سے دہلی میں بھی مکاتب قرآنیہ کو حکما توڑ دینے کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے، چنانچہ اس وقت تک گیارہ مکتب ٹوٹ چکے ہیں، جن میں تقریباً اڑھائی سو بچے تعلیم حاصل کرتے تھے۔

حضرت اقدس کو سخت صدمہ ہوا اور حفاظتِ مکاتب کے واسطے بہت کچھ دعا مانگی، اس کے بعد ارشاد فرمایا ''کہ ایک سوال یعنی استفتاء اس کے متعلق لکھ دو''۔ احقر نے سوال لکھ کر پیش خدمت کیا۔ حضرت نے جواب تحریر فرمادیا۔ بعدازاں ''سہارنپور، دیوبند، میرٹھ'' سے علماء کرام کے دستخط حاصل کرتا ہوا دہلی پہنچا اور دہلی کے علماء سے بھی تصدیق حاصل کی اور سب مجموعہ چھپوا کر شائع کردیا۔ بحمداللہ تعالیٰ بہت اثر ہوا اور ''انجمن خادم القرآن'' قائم ہوئی، جس نے اس معاملہ میں بہت کوشش کی۔

خدا کا شکر ہے حضرت اقدس کی برکت سے خود دہلی میں بھی بہت کامیابی ہوئی، اور اس کے بعد کوئی مکتب نہ ٹوٹ سکا بلکہ ٹوٹے ہوئے مکتب بھی دوبارہ قائم ہوگئے، اور دوسرے مقامات پر بھی دہلی کی کوشش کا بہت اثر ہوا، خاص کر مرادآباد اور سہارنپور وغیرہ میں بروقت کافی روک تھام ہوگئی اور ان دیار میں اب تک برابر تحفظِ مکاتب اور تعلیم قرآن کا خیال ہے۔

جہاں کہیں جبریہ تعلیم والے کچھ گڑبڑ کرتے ہیں، وہاں مناسب کاروائی کی جاتی ہے، خدا کرے یہ لوگ تعلیم قرآن کی مخالفت سے باز آجائیں۔

ساتواں واقعہ : ''قاضیوں کے تقرر کی تحریک''

ایک عرصہ دراز سے حضرت اقدس دام ظلہم العالی کو اس کا بڑا خیال ہے کہ ہندوستان میں بدستور سابق قضاۃ کا تقرر ہو جاوے، کئی مرتبہ اس کے متعلق مختلف صورتوں میں سعی فرمائی، مثلاً حضرت حافظ محمد احمد صاحب مرحوم مہتمم دارالعلوم دیوبند کو توجہ دلائی، انہوں نے مسٹر مانٹیگو سابق وزیرِ ہند سے اس کی ضرورت کو ظاہر فرمایا اور بعض ممبروں کو اسمبلی اور کونسل میں پیش کرنے کی ترغیب دی اور بعض ذرائع سے ''سائمن کمیشن'' کے سامنے بھی اس کی ضرورت کو ظاہر کیا گیا۔

نیز میرٹھ میں حضرت اقدس دام ظلہم العالی کے ایماء پر ایک ''انجمن نصب القضاۃ'' قائم ہوئی، اس نے رسالہ ''القول الماضی'' وغیرہ شائع کرکے لوگوں کو اس طرف متوجہ کیا۔ اور غالباً ۴۷ھ میں ایک خاص جلسہ بمقام دہلی منعقد کیا جس میں تمام ممبرانِ اسمبلی اور عمائد شہر دہلی کے علاوہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب مرحوم اور عالی جناب مسٹر محمد علی صاحب مرحوم نے بھی شرکت فرمائی تھی اور سہارنپور و دیوبند سے ممتاز علماء کرام تشریف لائے تھے۔ حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ نے خانقاہ کی طرف سے اس ناکارہ کو شرکت کے لئے بھیجا تھا۔

اس جلسہ میں زیادہ تر مقصد یہ تھا کہ ممبرانِ اسمبلی پر اس کی ضرورت کما حقہ واضح ہو جائے، سو یہ مقصد بخوبی پورا ہو گیا، لیکن کل امر مرهون باوقاته ہنوز اس کا وقت نہیں آیا، اور کوئی صورت اس کی کامیابی کی ظاہر نہیں ہوئی۔ البتہ حضرت والا کی توجہ اب تک اس جانب منعطف ہے، اور ختم خواجگان میں روز مرہ اس کے

لئے دعا ہوتی ہے ،خدا کرے یہ دیرینہ آرزو جلد خیر وخوبی کے ساتھ پوری ہوجائے ۔آمین **بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین ۔**

آٹھواں واقعہ : ''تبلیغ کا اہتمام''

حضرت اقدس ہمیشہ اسلامی مدارس کو اس طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں کہ تبلیغ کا اہتمام بھی تعلیم کی طرح ضرور رکھا جاوے ۔چنانچہ خانقاہ کی طرف سے بہت عرصہ سے تبلیغ کا سلسلہ جاری فرما رکھا ہے گوکسی عارض کے سبب بعض مرتبہ کوئی مبلغ نہیں رہتا لیکن جب موقعہ ہوتا ہے پھر رکھ لیا جاتا ہے غرض تبلیغ کا حضرت والا کو ہمیشہ اہتمام رہتا ہے بسا اوقات فرمایا کرتے ہیں کہ تمام تعلیم وتعلم کا اصل مقصد تبلیغ ہی ہے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام کا یہی فرضِ منصبی تھا ۔

رسالہ ''حیات المسلمین'' خاص تبلیغ کے واسطے تصنیف فرمایا اوراس کی اشاعت کے بعد لوگوں میں تبلیغ کا احساس دیکھ کر ۱۳۵۰ھ میں ایک خاص صورت تبلیغ واشاعت کی حضرت والا نے تجویز فرمائی جو بہت مفید اور نہایت سہل ہے اوراس کو ''آثارِ رحمت'' (۱۳۵۰) کے لقب سے چھپوا کر شائع فرمایا اور دوسری جگہ تو صرف اشتہارات مطبوعہ ہی روانہ کردینے پر اکتفاء فرمایا لیکن اس نواح کے لئے دائمی مبلغ کے علاوہ ایک سال تک دوسرے مبلغ کا تقرر بھی فرمایا ۔اس توجہ کی برکت سے یہاں کے نواح میں بھی بہت نفع ہوا اور سہارنپور میں بھی تبلیغ کا کام بڑے پیمانے پر جاری ہوگیا اور برابر چارسال تک جاری رہا مگر امسال بعض عوارض کی وجہ سے کارکن حضرات اب تک اس طرف توجہ نہ فرما سکے ۔ خدا کرے جلد ازجلد اعذار رفع ہوکر خاص توجہ کی نوبت آجاوے ۔آمین برحمتک یا ارحم الراحمین ۔

دوسری جگہ اسی سعی سے لوگوں نے اثر لیا اور ایک حد تک حضرت کا منشاء پورا ہوا مگر افسوس کہ اس سلسلے کی تکمیل اب تک بھی نہ ہو سکی ہم لوگوں میں انتظام کی اور نباہ کی بے حد کمی ہے اس کی وجہ سے اکثر کاموں میں کوتاہی ہو رہی ہے حق تعالیٰ شانہ سلیقہ اور ہمت عطا فرمائے۔

نواں واقعہ : ''تصنیف حیلہ ناجزہ''

ایک عرصہ دراز سے تقرر قضاۃ کا سلسلہ موقوف ہوجانے کے سبب ہندوستان کی عورتوں کو بعض حالات میں سخت مصائب کا سامنا ہو رہا ہے اور طرح طرح کی مشکلات میں بتلاء ہیں۔ ان مشکلات کے حل کی سخت ضرورت تھی۔ حق تعالیٰ شانہ جزائے خیر عطا فرمادے کہ حضرت اقدس نے اس طرف خاص توجہ مبذول فرمائی۔

اول مدینہ منورہ کے علماء کرام سے مکرر سہ کرر فتاویٰ حاصل کر کے کامل تحقیق کے بعد ان مشکلات کے حل کی حالت موجودہ کے مناسب نہایت سہل صورت تجویز فرمائی۔ پھر علماءِ دیوبند و سہارنپور سے بار بار مراجعت اور استصواب کے بعد ایک رسالہ تصنیف فرمایا۔ جس کا نام مضمون کی مناسبت سے '' الحیلة الناجزة للحلیلة العاجزة ''تجویز فرمایا (اور اس قدر تحقیق و مراجعت علماء کے علاوہ حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے اپنی سہولت اور احتیاط کی غرض سے اپنے دو خاص اہلِ علم واہلِ فتویٰ دوستوں کو اس تصنیف میں برابر شریک رکھا جن کا نام بھی اس رسالہ میں لکھ دیا ہے۔ ۱۲ مؤلف سوانح) پھر اس پر دیوبند اور سہارنپور سے دستخط ثبت ہونے کے بعد چھپوا کر شائع فرمایا اور عوام کے لئے اس کا خلاصہ جو '' المرقومات ''کے نام سے آخر میں ملحق کیا گیا تھا اس کو جداگانہ بھی شائع فرمایا۔

قصہ تو مختصر الفاظ میں بہت جلد بیان ہوگیا لیکن اس تصنیف میں جس تعب و مشقت کا مسلسل پانچ سال تک حضرت والا کو تحمل فرمانا پڑا ہے۔ اس کے متعلق خود حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ایسی مشقت کسی تصنیف میں نہیں ہوئی اور علاوہ دماغی عرق ریزی کے اس تمام ترجدوجہداور رسالہ کی طباعت و اشاعت میں جو تقریباً ایک ہزارروپیہ صرف ہوا ہے اس کا اہتمام و انتظام بھی حضرت والا نے ہی فرمایا ۔ بعد ازاں ''المرقومات'' کو خاص طور پر تمام مسلم اسمبلی کے پاس روانہ فرمایا تاکہ وہ اس کے مطابق قانون میں ترمیم کی سعی کریں۔

بحمداللہ تعالیٰ حضرت دامت برکاتہم کی یہ مساعی جمیلہ فوراً نتیجہ خیز ہوئیں ۔ تقریباً تمام علماءِ ہند نے اس رسالہ کی تصدیق و تائید فرمائی اور عام طور پر اہل اسلام شکر گزار ہوئے اور ممبران اسمبلی نے بہت جلد قانون میں ترمیم کی سعی شروع کردی اور ایک مسودہ مسلم قانون فسخ نکاح کے نام سے اسمبلی میں پیش کردیا۔ مگر افسوس کہ اس مسودہ میں وہ قیود و شرائط نذرانداز کر دیے گئے ہیں جو حضرت اقدس نے فقہ کی ورق گردانی اور علماء محققین سے مراجعت کے بعد تحریر فرمائے تھے ۔ ممبران اسمبلی کی یہ کوشش لائق تحسین ہے لیکن خدا کرے یہ مسودہ صحیح طور پر شرعی صورت میں منظور ہو ورنہ شعر صادق آوے گا ۔ ؎

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی　　　تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

حضرت والا نے مسودہ کی کوتاہیاں بعض ممبران اسمبلی سے زبانی اور بعض سے تحریراً واضح طور پر بیان فرمادی ہیں اوراہلِ علم کے ایک جلسہ میں بھی مفصل تحریر روانہ فرمادی تھی ، اورزیادہ توضیح کی غرض سے احقر کواس جلسہ میں شرکت کے لئے بھی بھیجا تھا ، اس سے زیادہ حضرت والا کا معمول نہیں ۔

آج کل اہتمام اور تصدی کے مفہوم میں بھی افراط و تفریط ہورہا ہے ، اس لئے بعض لوگوں کو حضرت کے بعض معمولات پر شبہ ہوتا ہے لیکن حق تعالیٰ شانہ فہم عطا فرماویں تو معلوم ہوجائے کہ درحقیقت حضرت اقدس صحیح معنیٰ میں اہتمام توبخوبی فرماتے اور تصدی سے کامل احتیاط رکھتے ہیں ۔ ؎

بر کفے جامِ شریعت بر کفے سندانِ عشق   ہر ہوس ناکہ نداند جام و سنداں باختن

(ایک ہاتھ پر شریعت کا جام اور دوسرے ہاتھ پر عشق کا پتھر ' ہر ہوس پرست جام وپتھر کو سنبھالنا نہیں جانتا)

حق تعالیٰ اس محققِ کامل اور جامعِ صادق کو عمرِ نوح عطا فرماوے اور ہم لوگوں کو اتباع کی دولت نصیب فرماوے آمین ثم آمین ۔

دسواں واقعہ : ''قانونِ اوقاف''

چند سال ہوئے بعض اوقاف میں متولیوں کی گڑبڑ دیکھ کر بعض لوگوں کو موقع مل گیا کہ اوقاف کے متعلق قانون بنانے کی سعی کریں ۔ چنانچہ معمولی تحریک کے بعد ایک تحقیقاتی وفد مقرر ہوا جس نے ۳۰ء میں دورہ کیا ۔ جب وہ وفد یہاں پہنچا تو حضرت اقدس مدظلہم نے اسی وقت ایک مفصل مکالمہ میں نہایت واضح طور پر ثابت فرمادیا تھا کہ ایسا قانون بنانے کا حکومت کو قواعدِ شرعیہ سے اختیار نہیں ، یہ مکالمہ ملخصاً اس واقعہ کے ختم پر بعنوان فائدہ نقل کیا جاوے گا ۔

دیوبند و سہارنپور وغیرہ سے بھی اسی قسم کا جواب وفد مذکور کو ملا تھا ، لیکن بعض جگہ سے وفد کے کسی قدر حسبِ منشاء بھی جواب مل گیا ۔ انہوں نے اس کی بنا پر ایک مسودہ قانون بنا کر کونسل میں پیش کردیا ۔ جب وہ

مسودہ رائے عامہ کے لئے شائع ہوا تو حضرت مولانا حافظ عبدالطیف صاحب ناظم مظاہرِ علوم سہار نپور نے حضرت اقدس کو اس طرف توجہ دلائی کہ اس کی روک تھام کے لئے کوئی صورت اختیار کرنا چاہیئے، و نیز یہ رائے ظاہر فرمائی کہ مفصل مشورہ کے واسطے عمائد دیوبند و سہار نپور کا تھانہ بھون میں اجتماع ہوجائے۔ حضرت اقدس نے اس کو منظور فرمالیا اور ۲۴ ذیقعدہ ۵۲ ھ کو ہر دوجگہ سے مہتمم صاحبان مع دیگر حضرات کے تشریف لائے۔ مفصل مشورہ کے بعد قرارپایا کہ حضرت مدظلہم کی قیادت میں اس مسودہ پر تفصیلی نظر کرکے اول اس کے نقائص کو ظاہر کیا جاوے اور اس کے بعد ایسی ترمیم بھی تجویز کردی جاوے۔جس کے بعد یہ مسودہ شریعت کے مطابق ہوجائے اور اس کام کے واسطے مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دیوبند اور جناب مولوی جمیل احمد صاحب تھانوی مدرس مظاہر علوم سہار نپور اور احقر کو تجویز فرمایا گیا۔چنانچہ دونوں صاحب یہاں پہنچ گئے، اور ہر ہر جزو میں حضرت اقدس سے استصواب رائے کے بعد غور و تحقیق سے اس مسودہ قانون پر تبصرہ لکھا گیا۔

۲۳ ذی الحجہ کو تبصرہ مکمل ہوکر حضرت اقدس کے دستخط سے مزین ہوچکا، تو یہ قرار پایا کہ ۲۵ ذی الحجہ کو دیوبند میں اجتماع ہو۔ احقر اور علماءِ سہار نپور وہاں پہنچ گئے اور صبح سے تقریباً عشاء تک تمام تبصرہ پر نہایت غور و خوض کے بعد جب بالاتفاق منظوری ہوگئی، تو تیس علماء کرام کے دستخط ثبت ہونے کے بعد کونسل میں بھیج دیا گیا۔

بعد ازاں حافظ ہدایت حسین صاحب ممبر کونسل و مجوّز مسودہ مذکورہ نے ایک خط تحریر کیا،جس کا حاصل یہ تھا کہ اس مسودہ پر مکالمہ کی غرض سے فلاں تاریخ (غالباً ۲۲ اپریل ۳۴ء تھی) تھانہ بھون آنا چاہتا ہوں۔ علماءِ دیوبند و سہار نپور بھی اگر شرکت کی تکلیف گوارا فرماویں تو مزید عنایت ہو، تاریخ مقرر شدہ پر حافظ ہدایت حسین

مرحوم مع نواب جمشید علی خان صاحب ممبر کونسل اور حاجی وجیہ الدین صاحب ممبر اسمبلی اور حاجی رشید احمد خان صاحب سوداگر اسلحہ دہلی وغیرہ کے تشریف لائے اور دیوبند سے جناب مولانا حسین صاحب، مہتمم صاحب ، مفتی صاحب وغیرہ اورسہارنپور سے حضرت ناظم صاحب ، مولانا زکریاصاحب وغیرہ حضرات تشریف لائے ۔ تقریباً پانچ گھنٹے مفصل گفتگو ہوئی ۔ حافظ صاحب نے بعض اصلاحات کو تسلیم کرلیا بعض میں کچھ عذرظاہر کیا ۔ پھر بعض دواعی کے سبب ۱۱ محرم کو دیوبند میں دوبارہ اجتماع ہوا اوراس میں سہارنپور اور تھانہ بھون کے علاوہ مولانا کفایت اللہ صاحب کو بھی دعوت شرکت دی گئی تھی ۔

مولانا موصوف مع جناب مولوی حفظ الرحمن صاحب کے شریک جلسہ ہوئے ۔ اس جلسہ میں اس مسودہ کے متعلق چند جدید ترمیمات طے ہوئیں اور الحاق تبصرہ کے طور پر کونسل میں روانہ کردیا گیا ۔ اس الحاق پر بھی حسبِ سابق حضرت اقدس اوردوسرے تیس حضرات کے دستخط ہوئے تھے ۔

پھر مکمل تبصرہ طبع ہوکر شائع ہوا ، حضرت والا نے اس امر اہم میں قیادتِ حقیقیہ کوانجام فرمانے کے ساتھ مصارف میں بھی ایک ثلث کی شرکت فرمائی ۔ بقیہ ایک ایک ثلث کا دیوبند اور سہارنپور سے انتظام ہوا تھااور گواس سعی بلیغ کا ہنوز کماحقہ نتیجہ ظاہر نہیں ہوا ۔ مگر بحمداللہ تعالیٰ اس خلاف شریعت مسودہ کی کافی روک تھام ہوگئی ، اوراس وقت سے خانقاہ میں روز مرہ دعا ہورہی ہے کہ قانونِ وقف کا خلافِ شریعت مسودہ رد ہوجاوے ، اور موافق شریعت مسودہ منظور ہوجائے ۔ خدائے عزوجل جلد مراد برلاوے ۔ آمین یارب العالمین

۔

روئیداد مکالمہ ارکانِ وفد کمیٹی وقف

فائدہ : اس واقعہ کے شروع میں جس وفد کا تذکرہ ہے اس سے حضرت اقدس مدفیوضھم کی مکالمت کے بعض اجزاء کا خلاصہ مولوی جلیل احمد صاحب علی گڑھی نے لکھ لیا تھا۔ وہ مکالمت نہایت ہی مفید اور محققانہ اصول سے لبریز ہے اس لئے درج کی جاتی ہے۔

غالباً ۳۰ء میں نواب صاحب باغپت کی ہمراہی میں چند اعلیٰ طبقہ کے وکلاء اور رؤساء کا ایک باضابطہ نیم سرکاری وفد حضرت حکیم الامت دام ظلہم العالی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس کے صدر حافظ ہدایت حسین صاحب مرحوم کانپوری تھے۔ اس وفد کا مقصد یہ تھا کہ اوقاف کے متعلق حضرت حکیم الامت دام ظلہم العالی سے شرعی تحقیقات کی جاوے، یعنی یہ معلوم کیا جائے کہ مسلمانوں کے اوقاف کے انتظامی معاملات میں غیر مسلم حکومت کو دخیل بنانا جائز ہے یا نہیں؟

جب ان کی آمد کی تاریخ معلوم ہوئی، تو حضرت والا نے ان حضرات کے استقبال کے لئے مولانا شبیر علی صاحب زادمجدہم کو (جو قصبہ کے رئیس اعظم اور حضرت والا کے بھتیجے ہیں) اسٹیشن پر بھیجا، اور اس وفد کے قیام کا انتظام بھی حضرت والا نے مولانا شبیر علی صاحب زادمجدہم کے دولت خانہ پر تجویز فرمایا۔

اس وفد نے تھانہ بھون پہنچنے سے قبل ڈاک میں چند سوالات لکھ کر جو تعداد میں سو کے قریب تھے ، حضرت حکیم الامت دام ظلہم العالی کی خدمت میں بھیجے تھے کہ ہم ان سوالات کے جواب حضور سے لینا چاہتے

ہیں مگر حضرت والا بوجہ کثرتِ مشاغل کے ان سوالات کو دیکھ بھی نہیں سکے ۔ جب ارکان وفد تھانہ بھون پہنچ گئے تو حضرت والا خود ان کی فرودگاہ پر گفتگو کرنے کے لئے تشریف لے گئے تاکہ ان کو آنے کی تکلیف نہ ہو۔ پھر ملاقات کے بعد ایک بڑے کاغذ پر ایک یادداشت جس میں چند نمبر بطورِ اصولِ موضوعہ کے تھے ، لکھ کر جناب حافظ ہدایت حسین صاحب کانپوری بیرسٹر کو جو اس وفد کے صدر تھے دے دی ۔ اور درخواست کی کہ سب حضرات کو پڑھ کر سنا دیجئے کہ ان اصول پر گفتگو ہوگی ، وہ اصولِ موضوعہ حسب ذیل تھے ۔

نقل یادداشت متعلق تجویز قانون نگرانی اوقاف جو بوقتِ مکالمہ وقف کمیٹی بماہ شوال ۴۸ھ ان کو لکھ کر دی گئی ۔

نمبر ۱ ۔ ۔ ۔ وقف کرنا ایک مالی عبادت اور خالص عبادت ہے ، جیسے کہ زکوۃ دینا مالی عبادت ہے اور خالص عبادت ہے ، ردالمحتار شرح الدرالمختار میں ہے : وكذا على العتق والوقف والاضحية الخ ۔

نمبر ۲ ۔ ۔ ۔ گو وقف کا نفع بعض اوقات عباد کو بھی پہنچتا ہے ، جب کہ ان عباد کے لئے کوئی استحقاق مقرر کر دے ، مگر پھر بھی وقف خالص عبادت رہے گا ، معاملہ نہ ہوگا ، جیسے زکوۃ خالص نفع عباد کے لئے ہی موضوع ہے ، دوسرے مصارف مساجد وغیرہ میں صرف نہیں ہو سکتی بخلاف وقف کے کہ وہ ان مصارف میں بھی شرط واقف کے موافق صرف ہو سکتا ہے جس سے ثابت ہوا کہ زکوٰۃ کا تعلق عباد کے ساتھ بنسبت وقف کے زیادہ ہے مگر باوجود اس کے زکوۃ خالص عبادت ہے ، معاملہ نہیں ۔ پس وقف خالص عبادت ہونے میں زکوۃ سے بھی زیادہ ہے ۔

نمبر ۳: ۔۔۔۔۔۔ جب وقف مثلِ زکوۃ کے بلکہ زکوۃ سے بھی زیادہ خالص عبادت ہے ، اس میں کسی خرابی کا ہونا ایسا ہوگا جیسے زکوۃ میں کسی خرابی کا ہونا ، اوراس خرابی کی اصلاح کے لئے گورنمنٹ کا دخل دینا ایسا ہوگا جیسا زکوۃ کی خرابی کی اصلاح کے لئے گورنمنٹ کا دخل دینا ۔

نمبر۴۔۔۔۔۔ اور زکوۃ میں ایسا دخل دینا یقیناً دخل فی الذہب ہے ۔ اسی طرح وقف میں دخل دینا دخل فی الذہب ہوگا ، خواہ خود دخل دیا جائے خواہ کسی کی درخواست پر دخل دیا جائے ۔ باقی یہ سوال کہ پھر وقف کی خرابیوں کا کیا انسداد ہو ایسا ہے جیسا یہ سوال کیا جاوے کہ اگر کوئی نماز یا روزہ یا حج یا زکوۃ میں کوتاہی کرے اس کا کیا انسداد ہے ۔ کیا اس کے جواب میں کوئی شخص یہ تجویز کرسکتا ہے کہ گورنمنٹ کو ان کوتاہیوں پر جرمانہ وغیرہ مقرر کرنے کا حق ہرگز نہیں ، بلکہ اس کا انتظام مسلمان بطور خود کرسکتے ہیں خواہ اس کو افہام تفہیم کریں ، خواہ اس کو تولیت سے معزول کریں ، جبکہ واقف نے ان کو اس قسم کے اختیار دئے ہیں خواہ اس سے قطع تعلق کریں اور ایسا نہ کریں تو ان کی کوتاہی ہی ہوگی ، گورنمنٹ کو پھر بھی دخل دینے کا حق نہیں ۔

نوٹ ۔۔۔۔۔ نگرانی وقف کے متعلق جو سوالات دائر سائر ہیں وہ اس پر مبنی ہیں کہ وقف عبادت نہ ہو ، جب اس کا عبادت ہونا محقق ہوگیا اب ان سوالات کی گنجائش نہ رہی ، اس لئے ان کے جوابات کی بھی حاجت نہیں ، معروضات متعلقہ تحقیق مسائل جو مکالمہ کے لئے بطور اصول موضوعہ کے ہیں ۔

نمبر ا ۔۔۔۔ مسائل کا جواب عرض کرنے کے لئے میں حاضر ہوں مگر مشورہ مصلحت کے متعلق کچھ عرض کرنے سے میں اس لئے معذور ہوں کہ مجھ کو اس سے مناسبت نہیں ۔

نمبر ۲۔۔۔۔۔۔ مسائل بعضے عین وقت پر مستحضر نہیں ہوتے ان کے جواب سے معذور ہوں گا البتہ اگران کی یادداشت لکھ کر مجھ کو دے دی جاوے توکتابیں دیکھ کر اطمینان سے جواب دے سکتا ہوں۔

نمبر ۳۔۔۔۔۔ مسائل پر اگر کچھ شبہات ہوں توان کا جواب دینا ہم لوگوں کے ذمہ نہیں ،کیوں کہ ہم لوگ مسائل کے ناقل ہیں بانی نہیں ، جیسے قوانین کے متعلق اگر کوئی شبہ یا خدشہ ہواس کا جواب مجلسِ قانون ساز کے ذمہ ہے جج یا وکیل کے ذمہ نہیں۔ حافظ صاحب نے وہ اصول موضوعہ تمام ارکان وفد کو پڑھ کر سنانا شروع کئے ، مگرچونکہ اس مضمون کے اندر علوم کے بعض اصطلاحی الفاظ تھے ،صدر صاحب کو پڑھنے میں تکلف ہوتا تھا ، حضرت والا کو صدر صاحب کی یہ مشقت گوارا نہ ہوئی ۔ لہذا صدر صاحب سے حضرت والا نے فرمایا کہ یہ بطور اشارات میرے لکھے ہوئے چند نوٹ ہیں ،اس لئے آپ یادداشت مجھے دے دیں اور میں خود پڑھ کر سب صاحبوں کو سنادوں تو سہولت ہو ،اس لئے کہ میں ساتھ ساتھ اس کی شرح بھی کرتا جاؤں گا تاکہ سب صاحبوں کو اس کا مطلب سمجھنے میں آسانی ہوچنانچہ حافظ صاحب نے نہایت خوشی سے وہ پرچہ حضرت والا کو پیش کردیا ،حضرت والانے اس کو پڑھ کر سب کو سنایا اور سمجھادیا۔

وفد کی طرف سے گفتگو کے لئے ایک مشہور بیرسٹر ایٹ لاء تجویز ہوئے تھے ،جو جرح کے اندر اس قدر لائق شمار ہوئے ہیں کہ لوگ ان کو جرح کا بادشاہ کہتے ہیں ۔ حضرت والا بھی ان کے متعلق ارشاد فرماتے تھے کہ وہ بہت ذہین آدمی ہیں بڑے دور دور کے سوالات مجھ سے کرتے تھے ، مگر بفضلہٖ تعالی میری طرف سے ذرا سی بات میں سب کا جواب ہوجاتا تھا ،چنانچہ آدھ گھنٹہ کے اندر میری اوران کی تمام گفتگو ختم ہوگئی اوران کے تمام سوالات کا جواب شافی ہوگیا۔

ذیل کے مکالمہ میں اس وفد کا اور اس سے گفتگو کا حال مجملاً بیان کیا گیا ہے کیوں کہ احقر ضابطا اس جلسہ میں حاضر نہ تھا، دوسرے حضرات سے تحقیق کر کے بطور خلاصہ کے لکھ لیا۔ وہ لوگ دوسری جگہ بھی اس تحقیق کے لئے گئے تھے مگر اکثر نے ان کو بین بین جواب دئے، بعض نے یہ کہا کہ بعض شرائط کے ساتھ وقف کے انتظام میں گورنمنٹ کا دخل جائز ہے، مگر حضرت نے ان لوگوں سے صاف کہ دیا کہ چونکہ یہ مذہبی فعل ہے اس لئے اس کے اندر غیر مسلم کا دخل دینا خود مذہبی دست اندازی ہے اور مذہبی دست اندازی کی درخواست کرنا اور کسی طرح سے اس مداخلت کی کوشش کرنا صاف جرم ہوگا جیسے کہ نماز جو ایک خالص مذہبی فعل ہے اس کے اندر کسی طرح جائز نہیں کہ غیر مسلم کو دخیل بنایا جاوے، اسی طرح یہ بھی جائز نہ ہوگا کہ کسی غیر مسلم سے دست اندازی کی درخواست کی جاوے یا کوئی ایسی کوشش کی جاوے کہ وہ غیر مسلم وقف کے انتظامی معاملات میں دخیل ہو۔ اس کے جواب میں بیرسٹر صاحب نے کہا کہ معاف فرمائیے نماز میں اور وقف میں فرق ہے اس لئے کہ نماز کا تعلق مال سے نہیں ہے اور وقف کا تعلق مال سے ہے اور اس وقت چونکہ متولیوں کی حالت خراب ہو رہی ہے، اس لئے اوقاف کے اندر وہ بڑی گڑبڑ کرتے ہیں، اس کی آمدنی، مصارف خیر میں صرف نہیں کرتے، خود کھا جاتے ہیں۔ حضرت حکیم الامت دام ظلہم العالی نے فرمایا کہ اچھا اگر آپ کے نزدیک نماز کی نظیر ٹھیک نہیں، تو زکوۃ ہی کو لے لیجئے، کہ یہ ایک خالص مذہبی فعل بھی ہے اور اس کا تعلق مال سے بھی ہے، اور بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو اپنے مال کی زکوۃ نہیں نکالتے مگر چونکہ مذہبی فعل بھی ہے اس لئے اس میں غیر مسلم کی مداخلت جس قسم کی بھی ہونا جائز ہے، بیرسٹر صاحب نے کہا کہ اچھا صاحب نکاح اور طلاق بھی آپ کے نزدیک خالص مذہبی فعل ہے یا نہیں، حضرت والا نے فرمایا جی ہاں اس پر انہوں نے کہا کہ بہت اچھا۔ اگر ایک عورت کو شوہر نے طلاق دی مگر اب وہ عورت اس مرد سے جدا ہونا چاہتی ہے اور مرد

اس کو نہیں جانے دیتا ، بلکہ روکتا ہے اور طلاق سے انکار کرتا ہے ، توایسی صورت میں کیا اس صورت کو جائز نہیں کہ عدالت میں اس کے متعلق استغاثہ دائر کرے ،اور شہادت سے طلاق کو ثابت کرکے حکومت سے اپنی آزادی میں مدد حاصل کرے تو دیکھئے نکاح وطلاق مذہبی فعل ہیں مگر اس میں غیر مسلم کا دخل جائز ہوا۔ حضرت حکیم الامت دام ظلہم العالی نے فرمایا کہ آپ نے غور نہیں کیا یہاں دو چیزیں جدا جدا ہیں ،ایک تو وقوع طلاق ،اور ایک اثرِ طلاق ، یعنی وہ حق جو اس عورت کو مرد کے طلاق دے دینے سے حاصل ہوگیا ہے اور مرد کو اس حق کو چھیننا چاہتا ہے جس میں عورت کا ضرر ہے تو یہاں وہ عورت غیر مسلم حکومت کا دخل قصداً خود طلاق میں نہیں چاہتی ، بلکہ طلاق سے جو اس کو حق آزادی حاصل ہوا ہے جس کے استعمال نہ کرسکنے سے اس کو ضرر پہنچتا ہے اس ضرر کو دفع کرنے کے لئے وہ عورت عدالت سے مدد چاہتی ہے ۔ بیرسٹر صاحب نے کہا کہ معاف فرمایئے اسی طرح ہم یہاں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جیسے یہاں عورت کا ضرر ہے اسی طرح اوقاف کے اندر گڑبڑ ہونے میں مساکین کا ضرر ہے ، سو جیسے وہاں اس ضرر سے بچنے کی خاطر غیر مسلم کے دخل کو جائز رکھا گیا ہے ،اسی طرح یہاں اوقاف میں ضرر سے بچنے کی خاطر غیر مسلم کا دخل جائز ہونا چاہیئے ۔ حضرت حکیم الامت دام ظلہم العالی نے فرمایا کہ آپ نے غور نہیں کیا وہاں تو شوہر کے حبس سے اس عورت کا ضرر ہے ،اور یہاں اوقاف میں متولی کی خیانت سے مساکین کا ضرر نہیں بلکہ صرف عدم النفع ہے اور ضرر اور چیز ہے اور عدم النفع اور چیز ہے ۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے ، مثلاً آپ کی جیب میں ایک سو روپے کا نوٹ تھا ،ایک شخص نے آپ سے وہ چھین لیا تو یہ ضرر ہوا ،اور اگر میں آپ کو ایک نوٹ دینا چاہتا ہوں مگر پھر کوئی اس نوٹ کے دینے سے منع کردے تو اس میں آپ کا ضرر کچھ نہیں ہوا ، بلکہ صرف عدم النفع ہوا۔ اس پر سب لوگوں نے بیساختہ

سبحان اللہ، صل علی کہنا شروع کیا۔ اور بیرسٹر صاحب خاموش ہو گئے، اور پھر کوئی شبہ انہوں نے پیش نہیں کیا ، مگر بشاش برابر رہے۔

حضرت والا نے بعد کو ارشاد فرمایا کہ میں نے اس موقع سے قبل اپنے دوستوں سے یہی شبہ پیش کیا تھا کہ اگر یہ شبہ کیا گیا تو اس کا کیا جواب ہوگا، مگر یہاں کسی کی سمجھ میں جواب نہ آیا تھا۔ کمیٹی میں گفتگو کے وقت جب بیرسٹر صاحب نے یہ سوال پیش کیا تو اسی وقت اس کا جواب میرے قلب میں منجانب اللہ تعالی القاء ہوگیا ۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ وہ لوگ یہاں سے بہت خوش گئے، اور کہتے تھے کہ صاحب بعض لوگوں نے ہم کو بہت ہی خشک جواب دیے، جس سے ہماری بہت دل شکنی ہوئی، مگر یہاں حاضر ہوکر جو ہم کو نفع ہوا اور جو علوم ہم کو اس مجلس میں حاصل ہوئے، وہ کہیں حاصل نہ ہوئے، اور وہ لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ ہم نے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ ہم استفادہ کی غرض سے گاہ گاہ یہاں حاضر ہوا کریں گے۔ جب وہ لوگ روانہ ہو گئے حضرت والا نے ان کو رخصت فرمانے کی غرض سے اسٹیشن پر تشریف لے گئے، اور فرمایا جب آپ یہاں اسٹیشن پر آکر اترے تھے اس وقت میں اس لئے نہیں آیا کہ اس وقت میرا آنا آپ کی جاہ کی وجہ سے ہوتا، اور اب جو میں آیا ہوں تو یہ آنا چاہ یعنی محبت کی وجہ سے ہوا ہے۔ انتہی (اشرف السوانح، حصہ سوم، صفحہ نمبر۳۲۷ تا ۳۵۱)